باب: 18

امام حسینؓ

(626 - 680 AD)

امام حسینؓ شعبان 4AH/626AD کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت علی مرتضیٰؓ اور والدہ، رسول کریمؐ کی صاحبزادی، بی بی فاطمۃالزھرأؓ ہیں۔ آپ کا نام، آنحضرتؐ نے رکھا۔ حضورؐ کی وفات کے وقت آپ تقریباً آٹھ سال کے تھے۔ چنانچہ امام حسینؓ کو آپؐ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کا زیادہ موقع نہ مل پایا۔ تاہم آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے نواسے ہیں۔ آنحضرتؐ آپ اور آپ کے بڑے بھائی امام حسنؓ دونوں سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ آپؐ ان دونوں کو دیکھنے کے لیے روزانہ بی بی فاطمہؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ ایک بار جب میں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ کی چادر میں مجھے کچھ محسوس ہوا۔ میں نے دریافت کیا تو آپؐ نے اپنی چادر ہٹائی اور اس کے نیچے سے حسنؓ اور حسینؓ ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا" یہ دونوں میرے بچے اور میری لڑکی کے لڑکے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت فرما"۔ (روایت ترمذی)

حضرت عمرؓ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ اپنے لڑکوں سے بھی زیادہ ان دونوں بھائیوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ چناں چہ ایک بار حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ ان دونوں کو ہمیشہ مجھ پر ترجیح دیتے ہیں، ایسا کیوں۔۔؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا"۔۔ تم ہی بتاؤ کیا تمھارا نانا ان کے نانا کے مانند ہے؟ کیا تمھاری ماں ان کی ماں کے مانند ہے؟ کیا تمھاری نانی ان کی نانی کے مانند ہے؟ کیا تمھارا ماموں ان کے ماموں کے مانند ہے؟ کیا تمھاری خالہ ان کی خالاؤں کے مانند ہے؟۔۔۔ سنو! ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی ماں رسول کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی نانی ام المؤمنین ہیں۔ ان کے ماموں حضرت ابراھیم، رسول اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی خالائیں، رسول کی بیٹیاں ہیں۔۔۔"۔

خلافتِ راشدہ کے بعد خاندانِ بنوامیہ کی حکومت 41AH/662AD میں قائم ہوئی۔ اموی خاندان کی یہ حکومت تقریباً 88 سال تک جاری رہی۔ اس دورِ حکمرانی میں 14 فرماں روا ہوئے۔ امیر معاویہ، اس کے

پہلے حکمران تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے، یزید بن معاویہ نے 60AH/679AD میں تخت سنبھالا۔ تاریخ میں اس دَور کی اہمیت اس وجہ سے بن جاتی ہے کہ اس میں واقعہ کربلا ہوا۔

حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے یزید کی جانشینی کو تسلیم نہیں کیا۔ مروان بن حکم نے یزید کو مشورہ دیا کہ اگر حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ تمھاری بیعت پر راضی نہ ہوئے تو ان کو قتل کردو کیونکہ یہ دونوں تمھارے لیے مستقل خطرہ بنے رہیں گے۔ چنانچہ اس نے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو ان دونوں سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم عراق سے بھیجا۔

ولید بن عتبہ نے حضرت امام حسینؓ کو اپنے پاس بلوایا اور امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنا کر یزید کے حکم سے ان کو مطلع کیا۔ امام حسینؓ نے پہلے امیر معاویہؓ کے انتقال پر تعزیت کی پھر فرمایا کہ میں یوں چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کو جب تم اس کام کے لیے بلاؤ گے تو میں اس وقت آجاؤں گا۔ ولید راضی ہو گیا اور آپ لوٹ گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک دن کی مہلت لی اور وہ راتوں رات مکہ کے لیے نکل گئے اور حرم میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ مروان نے ولید کو ان دونوں کو یوں چھوڑ دینے پر بہت ملامت کی اور کہا کہ تم نے یہ موقع کھو دیا، اب تم ان پر کبھی بھی قابو نہ پا سکو گے۔ اس پر ولید نے جواب دیا کہ میں حسینؓ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کر سکتا تھا۔

امام حسینؓ کو نہ صرف یزید کی اس موروثی بادشاہت سے اصولی اختلاف تھا بلکہ عراق کے شیعہ لوگوں کے آپ کی طرف میلان کے سبب بھی آپ بڑی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ مگر ساتھ ہی آپ یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ اب بغیر بیعت کیے مدینہ میں رہنا ممکن نہیں۔ چناں چہ آپ بھی مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

مکہ کے قیام میں امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی طرف سے خطوط ملنے شروع ہوئے جس میں آپ کو اس بات کی مستقل دعوت ملتی رہی کہ آپ کوفہ پہنچیں کیونکہ یہاں سارے شیعہ، خلافت کو اہلِ بیت میں منتقل کرنے کے لیے، شدید خواہشمند ہیں۔ جس پر آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ کے نام خط لکھ کر روانہ کیا جس میں تحریر تھا کہ: "۔۔۔اگر تم لوگ میری خلافت پر واقعی متفق ہوں تو مسلم بن عقیل وہاں کے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ پھر میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا۔۔۔"۔

یزید کے جاسوسوں نے دمشق اطلاع بھیج دی کہ مسلم بن عقیل کوفہ آ گئے ہیں اور لوگوں کو برگشتہ کر رہے ہیں۔ جس پر یزید نے بصرہ کے والی عبیداللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ تم جلد کوفہ پہنچ کر مسلم کو وہاں سے نکال دو یا پھر قتل کر ڈالو۔ عبیداللہ یہ حکم پا کر کوفہ پہنچا اور اپنی پہلی تقریر میں وہاں کے لوگوں کو بتایا کہ اسے کوفہ کا

بھی حاکم مقرر کیا گیا ہے۔اس کے بعد اس نے کوفہ والوں کو اپنی فرمانبرداری کی تلقین کی اور نہ ماننے کی صورت میں سخت نقصان کی دھمکی دی۔

مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ کر پہلے مختار کے گھر ٹھہرے تھے لیکن عبیداللہ کے انتظامات کو دیکھ کر وہ حفاظت کے خیال سے ہانی بن عروہ کے ہاں منتقل ہوگئے۔اُس وقت تک تقریباً 18 ہزار شیعہ لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ یہاں حالات موافق ہیں، آپ فوراً تشریف لے آئیں۔

امام حسینؓ نے اس اطلاع کے ملتے ہی اپنی روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔اہلِ مکہ اور حضرت حسینؓ کے بیشتر رشتہ دار اس سے پہلے کوفیوں کی، حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کے ساتھ کی جانے والی غداریوں سے ، پوری طرح واقف تھے اس لیے جب انہیں آپ کی تیاریوں کی خبر ملی تو تمام خیر خواہوں نے آپ کو روکا۔ لیکن آپ نہ مانے۔عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو یہاں تک بھی سمجھایا کہ اگر تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن کم از کم اپنے اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ لیکن مشیت الٰہی کچھ اور تھی اس لیے تمام خیر خواہوں کی کوششیں بیکار گئیں۔اور حضرت امام حسینؓ ذی الحجہ 60AH/680AD کو مع اہل وعیال مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

ادھر کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد نے ہانی کو بلوا کر مطالبہ کیا کہ تم مسلم کو اس کے حوالے کر دو۔ہانی کی غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا۔ جس پر عبید نے انہیں پٹوا کر قید کر دیا۔کوفہ میں خبر پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے ہیں جسے سن کر مسلم اپنے ہزاروں عقیدت مندوں کو لے کر عبید سے لڑنے نکل پڑے لیکن آخر میں ان کا ساتھ دینے کے لیے کل 30 آدمی رہ گئے۔انہوں نے محسوس کیا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں چنانچہ انہوں نے محمد بن اشعث کے یہ ذمہ لگایا کہ وہ کسی طور امام حسینؓ کو میرے انجام کی خبر کر دیں اور تاکید کریں کہ جہاں تک بھی پہنچ چکے ہیں وہیں سے مکہ لوٹ جائیں۔

امام حسینؓ کو راستہ میں مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی اور ان کا پیغام بھی۔اس پر آپ کے ارادے میں کچھ تغیر سا پیدا بھی ہوا۔ لیکن اب مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے انکار کر دیا اور بدلہ پر اصرار کیا، جس پر آپ کو ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

2 محرم 61AH/680AD کو حضرت حسینؓ نے کربلا میں اپنا قافلہ اتارا۔عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو 4000 فوج کے ساتھ کربلا بھیجا۔7 محرم کو اس نے ان لوگوں کا پانی بند کرنے کے لیے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔

چونکہ وہ امام حسینؓ کا رشتہ دار تھا لہٰذا اس نے جنگ ٹال کر مصالحت کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ حضرت حسینؓ نے اہلِ بیت کے خیموں کی حفاظت کے انتظامات کر کے صبح کو 72 جاں نثاروں کی مختصر فوج مرتب کی جن میں سے 20 بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے عباسؓ کو علم مرحمت فرمایا۔ اور پھر باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ فوجوں کے درمیان کوئی تناسب ہی نہ تھا۔ تاہم یہ مٹھی بھر لوگ بڑی شجاعت سے لڑے۔ اور یکے بعد دیگرے شہید ہوتے گئے۔ آخری وقت میں امام حسینؓ پیاس سے نڈھال ہو گئے۔ آپ پانی کے لیے فرات کی جانب بڑھے لیکن مختلف طرف سے تیر برستے رہے اور آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ سنان بن انس نے آپ کے سرِ اقدس کو جدا کر دیا۔ یہ 10 محرم 61AH/680AD کا دن تھا۔ جسد مبارک وہیں دفن کر دیا گیا لیکن آپ کے سر کو ابن زیاد کے ملاحظہ کے لیے بھجوا دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ سانحہ یزید کی لاعلمی میں اور بغیر اس کے حکم کے پیش آیا تھا۔ کیونکہ اس نے صرف بیعت لینے کا حکم دیا تھا، لڑنے کی اجازت نہ دی تھی۔ جب اس کو اس کی اطلاع ملی تو وہ رو پڑا۔ یزید کا پورا کنبہ اہلِ بیتِ نبویؐ کا عزیز تھا۔ جیسے ہی محترم خواتین اس کے زنان خانے میں داخل ہوئیں یزید کے گھر میں کہرام مچ گیا۔ اور تین دن تک ماتم بپا رہا۔ حضرت امام حسینؓ کے قاتلین کے متعلق تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی عذابِ الٰہی کی گرفت سے بچ نہ سکا۔ اور بعضوں کو ایسے دردناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا کہ موت ان مصائب کے مقابلے میں کہیں زیادہ آسان تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر امام حسینؓ یزید کے خلاف نہ بھی اُٹھتے تو یہ ناممکن تھا کہ مسلمان یزید کی خلافت پر متفق ہوتے اور ایک دل اور ایک زبان ہو کر اس کی اطاعت اختیار کرتے۔ جب کہ اگر امام حسینؓ کو حکومت مل جاتی تو تمام مسلمان دل و جان سے آپ کی تائید کرتے۔ اور ایک بار پھر اتحاد کا وہ منظر ہوتا جو شیخین کے عہد میں دنیا نے دیکھا تھا۔ اسی طرزِ عمل کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے امام حسینؓ گھر سے نکلے تھے۔ اور اسی اصول کی خاطر آپ نے کربلا کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اصول کی خاطر اور باہمی وحدت و اخوت کے لیے اپنی جان لڑا دیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

Siddiqui Publications